اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلاَۃُ وَالسَّلاَمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْاَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ، اَمَّا بَعْدُ !

مکۃ المکرمہ، خطہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین سرزمین‘ پر کشش اور پر جلال کعبۃ اللہ کی سرزمین‘ شعائر اللہ کی سرزمین‘ معجزات کی سرزمین‘ امن و سلامتی کی سرزمین‘ فیوض و برکات کی سرزمین‘ خیرات و ثمرات کی سرزمین‘ سیدنا حضرت ابراہیم u کی دعاؤں اور تمناؤں کی سر زمین‘ سیدنا حضرت اسماعیل u کے جذبہ تسلیم و رضا کی سرزمین ولادت محمدی اور بعثت نبوی e کی سرزمین‘ سیدنا حضرت بلال t کی صدائے اَحد سے معمور فضاوں کی سرزمین‘ سیدنا حضرت ابو ذر غفاری t کی سرزمین‘ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنے والے آل یاسر t کی داستان وفا کی سرزمین مرکز انقلاب‘ منبع توحید‘ سرچشمہ رشدو ہدایت‘ بقعہ رحمت و انوارکی سرزمین، جہاں جنت سے لایا گیا پتھر حجر اسود موجود ہے جس پر رسول رحمت e نے آنسو بہائے‘ جہاں ملتزم ہے جس پر سرور عالم e نے یوں اپنے رخسار مبارک رکھے جیسے بچہ اپنی ماں کی چھاتی سے چمٹ جاتا ہے‘ جہاں جنت سے لایا گیا پتھر...مقام ابراہیم... بھی ہے‘ جہاں رکن یمانی ہے جس کے چھونے سے گناہ معاف ہوتے ہیں جہاں قدرت کا ایک لافانی معجزہ زمزم ہے جس میں ہر مرض کی دوا اور ہر دکھ کا درماں موجود ہے-جہاں کوہ صفاہ اور مروہ بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی نشانیوں میں سے نشانی قرار دیا ہے یہی وہ سرزمین ہے جہاں منیٰ کے وہ خوش نصیب ذرات ہیں جہاں امام الموحدین سیدنا حضرت ابراہیم u نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنے نوجوان بیٹے کے گلے پر چھری چلائی یہی وہ سرزمین ہے جہاں میدان عرفات کے وہ مبارک سنگریزے ہیں جن پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے- یہی وہ سرزمین ہے جہاں خالق ارض و سماء میزبان ہوتا ہے اور اس کے مسکین و محتاج بندے معزز مہمان قرار پاتے ہیں- یہی وہ سرزمین ہے جہاں صرف دولت دین ہی نہیں دولت دنیا بھی لٹتی ہے- اس سر زمین پر جو شخص جتنا بڑا بھکاری بن کر آتا ہے اتنا ہی زیادہ عزوشرف کا مستحق ٹھہرتا ہے‘ جو شخص جتنا زیادہ ہاتھ پھیلانے کے آداب سے واقف ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ اعزازواکرام کا مستحق قرار پاتا ہے- یہاں خالق و مخلوق کے درمیان کوئی پردہ اور حجاب باقی نہیں رہتا- احساس قربت اور نزول رحمت کے نظارے انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے-

پس اے مصائب و آلام کے مارے ہوئے درماندہ حال لوگو! گناہوں اور معصیت میں ڈوبے ہوئے انسانو! آؤ اس سرزمین کی طرف جہاں خالق کائنات خود میزبان ہوتا ہے، جو بڑا مہر بان اور رحم فرمانے والا ہے- جو ایک بالشت آگے بڑھنے پر ایک بازو آگے بڑھتا ہے، جو ایک ہاتھ آگے بڑھنے پر دو ہاتھ آگے بڑھتا ہے، جو چل کر آنے والوں کی طرف دوڑ کر آتا ہے جو ہر روز اپنے خطا کار بندوں کے گناہ معاف کرنے کے لئے آسمان دنیا پر جلوہ فرما ہوتا ہے جس کی رحمت اس کے غصہ پر غالب ہے جس کی مغفرت زمین و آسمان کی وسعتوں سے بھی وسیع تر ہے آؤ اس سرزمین کی طرف جہاں ایک دن میں اتنے آدمی جہنم کی آگ سے آزاد کئے جاتے ہیں جتنے سارے سال میں کسی اور دن نہیں ہوتے آؤ اس سر زمین کی طرف جہاں سے آدمی اس طرح گناہوں سے پاک لوٹتا ہے جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہو اہو-

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو‘ کان لگا کر ذرا غور سے سنو‘ اللہ کا پیغام لانے والا ہمارے لئے کیا پیغام لایا ہے-

وَ ُ ◆قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِہِمْ لاَ تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ہُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ہ(53:39)

”کہہ دو کہ اے میرے (اللہ کے) بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت (اے نبی e)! سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقینا اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے بے شک وہ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم فرمانے والا ہے- (سورة الزمر، آیت نمبر53)

حج کی مختصر تاریخ

قدیم عرب اقوام کی دو شاخیں زیادہ مشہور ہیں

عرب عاربہ

جنہیں قحطانی عرب کہا جاتا ہے- ان کا جد امجد یعرب بن یسحب بن قحطان ہے-

عرب مستعربہ

جنہیں عدنانی عرب کہا جاتا ہے ان کے جد امجد سیدنا حضرت ابراہیم u ہیں-

قریباً چار ہزار سال قبل عراق کے شہر ”اُور“ میں پیدا ہوئے- ”اُور“ جہاں سیدنا حضرت ابراہیمu دنیاوی لحاظ سے بہت بڑا صنعتی اور تجارتی مرکز تھا وہاں دینی لحاظ سے بھی شرک کا بہت بڑا مرکز تھا- حضرت ابراہیمu کا والد ”آزر“ اپنی قوم کا پروہت اور پیشوا تھا- حضرت ابراہیم u نے ہوش سنبھالا تو سوچنے لگے کہ قوم جن بتوں اور پتھروں کو اپنا معبود سمجھتی ہے یہ نہ بول سکتے ہیں نہ چل پھر سکتے ہیں- نہ کھا پی سکتے ہیں نہ کسی کو نفع نقصان دے سکتے ہیں نہ ہی کسی کو زندگی اور موت دے سکتے ہیں‘ تو پھر انہیں اپنا رب کیوں مانا جائے؟ چنانچہ حضرت ابراہیم u نے صاف صاف اعلان فرمادیا

اِنِّیْ وَجَّہْتُ وَجْہِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ہ (79:6)

” میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں ہر گز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں -“(سورة الانعام، آیت نمبر79)

اس واضح اور کھلے اعلان میں توحید کے بعد باپ نے حضرت ابراہیم u کو قتل کرنے اور گھر سے نکالنے کی دھمکی دے دی- باپ کا یہ جارحانہ طرز عمل حضرت ابراہیم u کے پائے ثبات میں ذرا سی لغزش بھی پیدا نہ کرسکا اور آپ ایک لمحے کی تاخیر کئے بغیر باپ کی وراثت‘ گدی اور جاہ و عزت سب کچھ چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے-

حضرت ابراہیم u کا دوسرا تصادم حکومت وقت کے ساتھ ہوا- اپنی مشرک قوم کو شرک کی حقیقت سمجھانے کے لئے موقع پا کر سرکاری خانقاہ میں گھس گئے اور بڑے بت کے علاوہ تمام بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئیے کلہاڑا بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا‘ جب لوگوں کو علم ہوا تو آپ کو بادشاہ کے دربار میں طلب کیا گیا اور پوچھا گیا

"ابراہیم! کیا تو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟"

آپ نے جوب میں ارشاد فرمایا

" یہ سب کچھ معبودوں کے سردار نے کیا ہے، ان ٹوٹے ہوئے خداؤں سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہیں-" پھر مزید فرمایا" لوگو! کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کی عبادت کر رہے ہو جو نہ تمہیں نفع پہنچانے پر قادر ہیں نہ نقصان پہنچانے پر- افسوس ہے تم پر اور تمہارے معبودوں پر جن کی تم عبادت کر رہے ہو، اللہ کو چھوڑ کر' کیا تم کچھ بھی عقل نہیں رکھتے؟" (سورۃ الانبیاء ، آیت نمبر22/23/26/27)

اس موقع پر بتوں کا نہ بول سکنا' نفع و نقصان نہ پہنچا سکنا ایک ایسی کھلی حقیقت تھی جس کا انکار ممکن نہ تھا، لہٰذا دوسرا سوال یہ پوچھا گیا "پھر تمہارا رب کون ہے؟" آپ ؑ جواب دیا "میرا رب وہ ہے جس کے اختیار میں زندگی اور موت ہے-" تب بادشاہ نے جواب دیا "زندگی اور موت تو میرے اختیار میں ہے-" تب حضرت ابراہیم u نے فوراً ارشاد فرمایا "اچھا تو (میرا) اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو ذرا اسے مغرب سے نکال لا-"یہ (دلیل) سن کر کافر (بادشاہ) ششدر رہ گیا- (سورۃ البقرہ،آیت نمبر 258) اس مدلل اور مسکت جواب پر غور کرنے کی بجائے یہ شاہی فرمان جاری کیا گیا-"جلا ڈالو اس کو اور مدد کرو اپنے خداؤں کی اگر تمہیں کچھ کرنا ہے"

حکومت کا یہ ظالمانہ فیصلہ بھی حضرت ابراہیم u کو عقیدہ توحید سے منحرف نہ کر سکا آپ پہاڑوں کی سی استقامت اور بلندی کے ساتھ اپنے عقیدے پر ڈٹے رہے- وہ ایک موحد جس کے ساتھ نہ کوئی لاؤ لشکر تھا نہ کوئی جماعت تھی نہ اسے کوئی وسائل حرب و ضرب میسر تھے نہ ہی اس کے پاس کوئی قوت تھی- تن تنہا پوری مشرک قوم پر بھاری ثابت ہوا، اسے راستے سے ہٹانے کے لئے پوری قوم حرکت میں آگئی- آگ کا الاؤ تیار کرایا گیا اور وہ جو پہلے ہی اپنے مالک حقیقی کے نام پر اپنی جان کے علاوہ ہر چیز قربان کر کے آیا تھا اب اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کرنے کے لئے بے خطر آتش نمرود میں کود گیا- تب زندگی اور موت کے حقیقی مالک کی طرف سے فرمان جاری ہوا-

ۚ (69:21) قُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّ سَلاَمًا عَلٰى اِبْرٰہِيْمَ ِ

"ہم نے کہا اے آگ !ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا ابراہیم کے لئے-"(سورۃ الانبیاء،آیت نمبر69)

اور حضرت ابراہیم uآگ سے بالکل محفوظ اور مامون باہر نکل آئے-

اس مشرک قوم کی بد نصیبی ملاحظہ ہو کہ اتنا بڑا معجزہ دیکھنے کے باوجود کوئی ایک آدمی بھی آپ پر ایمان نہ لایا- چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہاں سے ہجرت کا حکم دے دیا اور آپ عقیدہ توحید کی خاطر اپنا آبائی وطن ترک کر کے شام کے شہر "خران" تشریف لے گئے- وہاں سے فلسطین کا سفر اختیار کیا- ایک مرتبہ اپنی بیوی حضرت سارہ r کے ہمراہ مصر تشریف لے گئے بادشاہ کو معلوم ہوا تو اس نے بری نیت سے دونوں کو دربار میں طلب کیا- حضرت سارہ r نے اللہ کے حضور دعا فرمائی جو قبول ہوئی اور بادشاہ اسی وقت اللہ کی پکڑ میں آگیا- جس سے بادشاہ سمجھ گیا کہ یہ خاتون اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص مقرب بندی ہے،چنانچہ اس نے توبہ کی اور اپنی بیٹی ہاجرہ کو حضرت سارہ r کی خدمت میں دے دیا- حضرت سارہ r نے خود حضرت ابراہیم u کا نکاح حضرت ہاجرہ r سے کروادیا-

مصر سے حضرت ابراہیم u واپس فلسطین تشریف لائے اور اسے اپنی دعوت کا مرکز بنایا- اسی(80 سال کی عمرمیں اللہ تعالیٰ نے حضرت ہاجرہ r کے بطن سے آپ کو ایک بیٹا (حضرت اسماعیل u) عطا فرمایا- حضرت سارہ r ابھی تک بے اولاد تھیں- اس لئے دونوں بیویاں اکٹھی نہ رہ سکیں لٰہذا آپ u اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ہاجرہ r اور حضرت اسماعیل u کو لے کر حجاز تشریف لے آئے- جہاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی بیوی اور بیٹے کو ایک بے آب و گیاہ وادی میں ٹھہرادیا- واپس جانے لگے تو بیوی نے بار بار سوال کیا کہ "آپ ہمیں اس جنگل بیاباں میں کس کے سہارے چھوڑے جارہے ہیں؟" اپنی رفیقۂ حیات اور چند ماہ کے جگر گوشے سے جدائی کا تصور یقینا حضرت ابراہیم u کے جذبات میں تلاطم برپا کر رہا ہو گا-

آپ نے واپس پلٹے اور دیکھے بغیر صرف اتنا جواب دیا ”اللہ کے حکم پر“ تب وہ اللہ کی بندی سراپا تسلیم و رضابن گئیں اور کہا کہ ”پھر اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا-“ اس طرح آپ اپنے اہل و عیال سے جدا ہو گئے- کچھ آگے جا کر حضرت ابراہیم u نے اپنے رب کے حضور ہاتھ پھیلا کر نا معلوم عرصے کے لئے وہ دعا مانگی جس کے اثرات آج ہر مسلمان اس وادی ثمرات و برکات میں پہنچ کر خود دیکھ سکتا ہے-

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلاَۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہْوِیْ اِلَیْہِمْ وَارْزُقْہُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّہُمْ یَشْکُرُوْنَ (37:14)

”اے پروردگار! میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے ،پروردگار! یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ لوگ یہاں نماز قائم کریں، لہٰذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انہیں کھانے کو پھل دے شاید کہ یہ شکر گزار بنیں-“(سورہ ابراہیم ، آیت نمبر37)

ایسی جگہ جہاں پر حشرات الارض اور جنگلی درندوں کی موجودگی کا امکان تو ہر وقت موجود تھا لیکن کسی غمگسار اور ہمدرد انسان کی موجودگی کا تصور بھی محال تھا- جہاں چند دنوں کی خوراک ختم ہونے کے بعد بظاہر غذا حاصل ہونے کے قطعاً کوئی آثار نہ تھے- وہاں حضرت ابراہیم u نے اپنے اہل و عیال کو تنہا چھوڑ کر اور حضرت ہاجرہ r نے ایسی جگہ رہائش اختیار کر کے اللہ پر توکل کا ایسا نمونہ پیش کیا جو رہتی دنیا تک اپنی مثال آپ رہے گا-

سیدناحضرت ابراہیم u کا اپنے اہل و عیال کو اس بے آباد ویرانے میں لے جا کر بسانا بارگاہ ایزدی میں اتنا پسند آیا کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے فیصلہ فرمادیا کہ جس شخص پر حج کی عبادت فرض ہو وہ اسی طرح اپنے گھر سے بے گھر اور وطن سے بے وطن ہو جس طرح میرا بندہ اپنے گھر سے بے گھر اور اپنے وطن سے بے وطن ہوا اور پھر اس مقام پر پہنچے جہاں ایمان نے شکست دی مادیت پرستی کو‘ عشق نے شکست دی عقل پرستی کو‘ اطاعت الٰہی نے شکست دی اطاعت ِنفس کو‘ محبت الٰہی نے شکست دی محبت عیال کو‘ اور زندگی نے شکست دی موت کو!

حضرت ابراہیم u اس لق ودق صحرا میں اپنے اہل خانہ کے لئے جو متاع حیات چھوڑ کر گئے تھے وہ پانی کا ایک مشکیزہ اور چند کھجوریں تھیں جب وہ ختم ہو گئیں تو حضرت ہاجرہ r بھی پیاس محسوس کرنے لگیں اور بچہ پیاس کی شدت سے رونے لگا-

حضرت ہاجرہ r بے چین ہو کر قریب کی پہاڑی ”صفا“ کی طرف بھاگیں کہ شاید وہاں کوئی آدمی نظر آجائے جس سے پانی لے سکیں،کوئی چیز نظر نہ آئی تو اسی پریشانی کے عالم میں دوسری پہاڑی ”مروہ“ کی طرف بھاگیں- اسی اضطراب اور پریشانی کے عالم میں صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر ہوگئے ابھی ”مروہ“ پر ہی تھیں کہ ایک آواز سنی‘ دیکھا تو حضرت جبرائیل u سے ایڑی مارنے سے پانی کا چشمہ وہیں نکل آیا جہاں سیدنا حضرت اسماعیل u لیٹے تھے- یہ وہی چشمہ ہے جسے آب ”زمزم“ کہا جاتا ہے- حضرت ہاجرہ r نے چشمے کے گرد منڈیر بنا کر اسے حوض کی شکل دے دی- اب سیدہ ہاجرہ r اطمینان سے خود بھی زمزم پیتیں اور بچے کو بھی اطمینان سے دودھ پلاتیں-

لمحے بھر کے لئے تصور کیجئے کہ لق و دق و صحرا، اکیلی خاتون اور ساتھ چند ماہ کا بچہ، نہ کوئی بات سننے والا نہ سنانے والا، نہ کوئی دلاسہ دینے والا، نہ سہارا دینے والا، پُرہول سناٹا، پہلی رات آئی ہو گی تو کیسے کٹی ہو گی، پھر جب متاع خورد و نوش ختم ہوئی ہوگی، تو اس تنہائی میں ماں کی جان پر ہی بن آئی ہو گی، معصوم جگر گوشے کو بھوک اور پیاس سے روتے دیکھ کر اکیلی ماں کا کلیجہ کٹ گیا ہو گا- پریشانی اور اضطراب کے عالم میں بچے کی سلامتی کے لئے مامتا کے ہاتھ والہانہ انداز میں بارگاہ رب العزت میں اٹھے ہوں گے اور پھر اسی مضطربانہ کیفیت میں پانی کی تلاش میں بھاگ نکلی ہوں گی- کبھی صفا پر کبھی مروہ پر- اللہ تعالیٰ نے اپنی مومنہ بندی کی یہ اضطراری بھاگ دوڑ اس طرح قبول فرمائی کہ اس تمام سعی کو عبادت حج (یا عمرہ) کارکن بنا دیا-

کچھ مدت کے بعد ایک قبیلہ ”بنو جرہم“ کا ادھر سے گزر ہوا- پانی کی سہولت دیکھ کر انہوں نے
نے پانی پر اپنا حق ملکیت تسلیم کرواتے r سے قیام کی اجازت چاہی- حضرت ہاجرہ rحضرت ہاجرہ
ہوئے اجازت دے دی-

وقت بڑی تیزی کے ساتھ پر لگا کر اڑتا رہا- نوے سالہ بوڑھے باپ کی امیدوں کا سہارا بچپن کی دہلیز
سے گزر کر جوانی کی بہاروں سے آشنا ہونے لگا تو قدرت نے اس مرتبہ باپ کے ساتھ بیٹے کا بھی
امتحان لینے کا فیصلہ کر لیا-

کو خواب میں دکھایا گیا کہ وہ اپنے اکلوتے نوجوان بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں- اللہ u حضرت ابراہیم
تعالیٰ کا فرمانبردار اور وفا شعار بندہ جو ابھی ابھی کتنے ہی کٹھن امتحانوں سے گزر کر آیا تھا‘ یہ
خواب دیکھ کر نہ تو رنجیدہ ہوا اور نہ ہی مستقبل کے خدشات اور وساوس کا شکار ہوا بلکہ بلا تامل
ایک اطاعت گزار غلام کی مانند اپنے آقا و مالک کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور حکم کی
تعمیل کے لئے فوراً فلسطین سے مکہ مکرمہ پہنچ گیا-

باپ جب بیٹے سے ملا ہو گا تو باپ نے اپنے جگر گوشے کو سینے سے لگا کر خوب پیار کیا ہو گا- جب باپ
نے بیٹے کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خواب میں تمہیں ذبح کرنے کا حکم دیا ہے‘ تو فرمانبردار بیٹے نے
تسلیم و رضا کے اسی طرز عمل کا مظاہرہ کیا جس کا مظاہرہ اس سے پہلے عظیم باپ کر چکا تھا-
حضرت اسماعیل u کے جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے:

یَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ ُ(102:37) ۝

”ابا جان! جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے، اسے کر ڈالئے۔ ان شاء اللہ! آپ مجھے صبر کرنے والوں
میں سے پائیں گے-“(سورۃ الصافات ، آیت نمبر102)

سعادت مند بیٹے کا جواب سن کر باپ کو اطمینان ہو گیا اور دونوں باپ بیٹا اللہ کے حکم کی تعمیل کے
لئے نکل کھڑے ہوئے اور پھر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حضرت ابراہیم u نے تاریخ انسانی کا وہ عظیم
الشان کارنامہ سرانجام دیا جس کا مشاہدہ نہ اس سے پہلے کبھی زمین و آسمان نے کیا نہ اس کے بعد
کریں گے- اپنے جگر گوشے کو منہ کے بل زمین پر لٹا دیا اور چھری تیز کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور اس
وقت تک پوری طاقت سے چھری اپنے بیٹے کے گلے پر چلاتے رہے جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ صدا
نہ آگئی-

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝(105:37) ۝

”تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں-“(سورۃ الصافات ، (اے ابراہیم!)
آیت نمبر105)

چنانچہ حضرت ابراہیم u کی جگہ جنت سے ایک مینڈھا بھیج دیا گیا جسے حضرت اسماعیل u نے ذبح کر
دیا-

اپنے جگر گوشے کو اپنے ہی ہاتھوں اللہ تعالیٰ کی محبت میں قربان کرنے کا عمل بارگاہ رب العزت میں
اس قدر باعث عزوشرف ٹھہرا کہ رہتی دنیا تک اہل ایمان کو خواہ وہ منیٰ میں ہوں یا منیٰ سے باہر
مشرق میں ہوں یا مغرب میں یہ حکم دے دیا گیا کہ وہ ہر سال جذبہ ابراہیمی کے ساتھ ایک جانور ذبح
کر کے اس عظیم الشان واقعہ کی یاد تازہ کیا کریں-

اس انوکھے اور عجیب و غریب امتحان میں کامیابی کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم u کو ایک بہت
بڑے اعزاز سے نوازنے کا فیصلہ فرمایا- حکم دیا گیا کہ دنیا میں میرے لئے ایک گھر تعمیر کرو- باپ بیٹے نے
خوشی خوشی گھر کی تعمیر شروع کردی- تعمیر کرتے کرتے جب حجراسود کی جگہ پہنچے تو حضرت

ابراہیم u نے حضرت اسماعیل u سے کہا ”بیٹا! کوئی اچھا سا پتھر ڈھونڈ کر لاؤ“ حضرت اسماعیل u پتھر ڈھونڈ کر لائے، تو دیکھا کہ حضرت ابراہیم وہاں کوئی دوسرا پتھر لگا چکے ہیں۔ حضرت اسماعیل u نے پوچھا ”یہ پتھر کہاں سے آیا ہے؟“ حضرت ابراہیم u نے فرمایا”یہ پتھر اللہ کے حکم سے حضرت جبرائیل u لے کر آئے ہیں-“ (ابن کثیر) یہ وہی پتھر ہے جسے حجر اسود کہا جاتا ہے اور طواف کے ہر چکر میں جس کا استلام کیا جاتا ہے۔ جس کے بارے میں ارشاد نبوی e ہے:

”حجر اسود جنت سے بھیجا ہوا پتھر ہے جو دودھ کی طرح سفید تھا لیکن لوگوں کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا ہے-“ (ترمذی)

دیواریں جب کافی اونچی ہو گئیں تو حضرت اسماعیل u ایک پتھر اٹھا کر لائے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم u بیت اللہ شریف کی تعمیر کرتے رہے یہ وہی پتھر ہے جسے ”مقام ابراہیم“ کہا جاتا ہے اور جس پر آنجناب u کے قدموں کے نشانات موجود ہیں- ارشاد نبوی e کے مطابق یہ پتھر بھی جنت سے بھیجا گیا ہے (ابن خزیمہ) خوش نصیب باپ اور بیٹا بیت اللہ شریف کی تعمیر کرتے رہے اور ساتھ ساتھ یہ دعا مانگتے رہے-

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿127:2﴾

”اے پروردگار! ہم سے ہماری یہ خدمت قبول فرما تو سب کی سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے-“(سورۃ البقرہ ، آیت نمبر127)

بیت اللہ شریف کی تعمیر مکمل ہو گئی، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم u کو حکم دیا :

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ ﴿27:72﴾

”اے ابراہیم! لوگوں میں حج کے لئے اعلان کردو-“(سورۃ الحج،آیت نمبر 27)

حضرت ابراہیم u نے عرض کیا ”اس بے آباد ویرانے سے باہر آبادیوں تک میری آواز کیسے پہنچے گی؟“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اعلان کرنا تمہارا کام ہے اور اسے لوگوں تک پہنچانا ہمارا کام ہے-“ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم u کا یہ اعلان نہ صرف اس وقت کے زندہ انسانوں تک پہنچا دیا بلکہ عالم ارواح میں تمام روحوں تک بھی یہ آواز پہنچا دی گئی جس جس شخص کی قسمت میں بیت اللہ شریف کی زیارت لکھی تھی اس نے حضرت ابراہیم u کے اعلان کے جواب میں ”لَبَّیْکَ“ کہی- حج کے تلبیہ کی اصل بنیاد حضرت ابراہیم u کے اسی اعلان کا جواب ہے۔(ابن کثیر)

جب تک حضرت ابراہیم u زندہ رہے- بیت اللہ شریف کے متولی رہے- آپ کی وفات کے بعد قبیلہ بنو جرہم کے سردار بیت اللہ شریف کے متولی بنے- بنو جرہم کے دور میں ہی دین ابراہیمی میں بگاڑ پیدا ہونا شروع ہو گیا- متولی حضرات نذرانوں اور ہدیوں کا مال ہڑپ کرنے لگے، چنانچہ قبیلہ بنو خزاعہ نے جدال و قتال کے بعد تولیت کا منصب بنو جرہم سے چھین لیا، لیکن ان کے زمانے میں بگاڑ مزید بڑھتا گیا- بیت اللہ شریف بت کدے کی شکل اختیار کر گیا- شرک کی انتہاء کا یہ عالم کہ لات، منات، عزیٰ کے بت بھی بنا کر بیت اللہ شریف میں رکھ دئے گئے- ہبل کے بتوں کے ساتھ ساتھ حضرت ابراہیم u اور بنو خزاعہ کے بعد بیت اللہ شریف کی تولیت قریش مکہ کے ہاتھ آگئی- قریشی سردار قصی بن کلاب نے خزاعی سردار کی بیٹی سے شادی کر لی جس کے نتیجے میں قریشی داماد کو خزاعی سسر سے کعبہ کی تولیت حاصل ہو گئی-

بعثت نبوی e کے21 سال بعد تک (یعنی8 ہجری) تک بیت اللہ شرک اور بت پرستی کا مرکز بنا رہا اور آپ e نے مکہ فتح کیا تو بیت اللہ شریف کو بتوں اور تصویروں سے پاک کیا-9 ہجری میں حج فرض ہوا، تو آپ e نے حضرت ابو بکر صدیق t کو امیرحج بنا کر بھیجا اور فریضہ حج ،اسلامی شریعت کے مطابق ادا کیا گیا- 10 ہجری میں رسول اکرم e طریق جاہلیت کے مطابق مشرک حج کرتے رہے- 18ہجری میں آپ

کی معیت میں حیات طیبہ کا پہلا اور y نے ایک لاکھ چوبیس (یا چالیس) ہزار جان نثار صحابہ کرام آخری حج" حجة الوداع" ادا فرمایا-

حج کی بعض امتیازی تعلیمات

حج بلا شبہ ایک کثیر المقاصد اور کثیر الفوائد عبادت ہے جس کے دینی اور دنیاوی فوائد اس قدر ہیں کہ انہیں شمار کرنے کے لئے ایک الگ کتاب کے صفحات درکار ہیں- اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا ہے:

﴿ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ ﴾

"لوگ یہاں آئیں اور آکر دیکھیں کہ حج میں ان کے لئے کیسے کیسے دینی اور دنیاوی فوائد ہیں "-

غور فرمائیے !حجاج کرام کا گھر بار اہل و عیال اور اپنی تمام مصروفیتیں چھوڑ کر اللہ کے گھر کی زیارت کے لئے طویل سفر پر نکل کھڑے ہونا رجوع الی اللہ اور توکل علی اللہ کی ایک خاص کیفیت انسان کے اندر پیدا کر دیتا ہے- دوران سفر خالص اللہ کی رضا کے لئے ہر قسم کی تکلیف اور پریشانی برداشت کرنا یقینا تزکیہ نفس کا باعث بنتا ہے- دنیا کے مختلف حصوں میں رہنے والے' مختلف زبانیں بولنے والے' مختلف لباس پہننے والے، مختلف رنگوں اور مختلف نسلوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا ایک ہی مرکز پر پہنچنے کے لئے چل پڑنا' میقات پر پہنچ کر اپنے قومی لباس اتار کر ایک ہی طرز کا سادہ سا فقیرانہ لباس پہن لینا' مساوات کی ایک ایسی عملی تعلیم دیتا ہے جس کی مثال دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی- امیر' فقیر' شاہ' گدا' عربی' عجمی' شرقی' غربی سبھی لوگوں کا ایک ہی لباس میں' ایک ہی زبان میں' ایک ہی رخ پر ایک جیسے الفاظ میں ترانہ توحید بلند کرنا اور پھر ایک ہی وقت میں ایک ہی رخ پر ایک ہی طریقہ پر اپنے مالک و آقا کے حضور سجدہ ریز ہونا' زبان' رنگ' نسل اور وطن وغیرہ کے نام پر بنائی ہوئی قوموں کے خود تراشیدہ بتوں کو توڑ پھوڑ کر بس ایک ہی قوم --- قوم رسول ہاشمی- بننے کا درس دیتا ہے ایک ہی رنگ' یعنی اللہ کا رنگ (صِبْغَةَاللّٰہ) اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے- حرم میں داخل ہونے کی پابندیاں، احرام کی پابندیاں' آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ امن و سلامتی اور عزت و احترام کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا سلیقہ سکھاتی ہیں-

غور کیجئے تو محسوس یہ ہو گا کہ اسلامی تعلیمات کا کوئی ایسا گوشہ باقی نہیں بچتا جس کی تعلیم دوران حج بلا واسطہ یا بالواسطہ نہ دی گئی ہو اتفاق اور اتحاد کی تعلیم قربانی و ایثار کی تعلیم' نظم و ضبط کی تعلیم' باہم و دگر مربوط رہنے کی تعلیم' دعوت و جہاد کی تعلیم یکسوئی اور یکجہتی کی تعلیم مساوات اور مواخاۃ کی تعلیم امن و سلامتی کی تعلیم وحدت ملت کی تعلیم رجوع الی اللہ کی تعلیم اتباع سنت کی تعلیم اور عقیدہ توحید کی تعلیم-

عقیدہ توحید اور اتباع سنت اسلام کی دو بنیادی اور اہم ترین تعلیمات ہیں- ان کے بارے میں ہم تفصیل سے گفتگو کریں گے کہ کس طرح دوران حج ان دونوں باتوں کی تذکیر اور تعلیم کا اہتمام کیا گیا ہے-

عقیدہ توحید

دین اسلام میں عقیدہ توحید کی اہمیت محتاج وضاحت نہیں عقیدہ توحید اگر درست نہ ہو تو کوئی بڑے سے بڑا نیک عمل بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتا- قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم e کو مخاطب کر کے یہ بات ارشاد فرمائی

﴿ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾(65:39)

”اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا کیا کرایا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے-“(سورۃ الزمر،آیت نمبر65)

سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ مشرک کے لئے جنت حرام ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّہٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَيْہِ الْجَنَّۃَ وَ مَاْوٰىہُ النَّارُ ﴾ (72:5)

”جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس پر اللہ نے جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے-“(سورۃ المائدہ،آیت نمبر 72)

رسول اکرمe نے اپنے ایک صحابی حضرت معاذ t کو یہ نصیحت فرمائی:

﴿ لاَ تُشْرِكْ بِاللّٰہِ شَيْئًا وَ اِنْ قُتِّلْتَ اَوْ حُرِّقْتَ ﴾

”اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا خواہ قتل کر دئے جاؤ یا جلا دئیے جاؤ-“ (مسند احمد)

قیامت کے روز رسول اکرم e کے چچا ابو طالب‘ حضرت ابراہیم u کے والد‘ حضرت نوح u کا بیٹا اور حضرت لوط u کی بیوی انبیاء کے ساتھ گہرے خونی رشتے کے باوجود جہنم میں چلے جائیں گے صرف اس لئے کہ وہ عقیدہ توحید سے محروم ہوں گے- اس سے عقیدہ توحید کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے- آئیے ایک نظر دیکھیں کہ حج کس طرح حاجی کو عقیدہ توحید میں راسخ کرنے کا ذریعہ بنتا ہے-

مقام حج یعنی مکہ مکرمہ پہنچنے سے کئی میل پہلے ہی جب حاجی میقات پر پہنچ کر احرام باندھتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی توحید‘ تحمید‘ کبریائی اور عظمت پر مشتمل تلبیہ پڑھنے کا حکم دیا جاتا ہے‘ مکہ پہنچ کر حاجی طواف کا آغاز کرتا ہے تو اسے اللہ کی کبریائی کے کلمات ادا کرنے کا حکم ہوتا ہے حتی کہ طواف کے ہر چکر میں حجر اسود کے پاس آکر اسے یہی کلمات دہرانے ہوتے ہیں-دوران طواف حاجی کو کثرت سے اللہ کا ذکر تسبیح و تہلیل اور تحمید و تقدیس کرنے کا حکم دیا جاتا ہے- طواف کے بعد سعی کے لئے صفا کی طرف جانے سے پہلے پھر ایک دفعہ حاجی کو حجر اسود کے سامنے آکر ”بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَكْبَرُ“ کہنے کا حکم دیا جاتا ہے- سعی کے آغاز سے پہلے حاجی کو صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی توحید و تکبیر اور حمدو ثناء کے وہ بہترین کلمات ادا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے جو رسول اکرمe نے فتح مکہ کے موقع پر صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر ادا فرمائے یہی توحید‘ تکبیر اور حمدو ثناء کے کلمات مروہ پہاڑی پر دھرانے کا حکم دیا جاتا ہے- میدان عرفات میں رسول اکرم e نے جس دعا کو بہترین دعا قرار دیا ہے وہ ساری کی ساری عقیدہ توحید کی تعلیم پر مشتمل ہے جس کے الفاظ یہ ہیں-

﴿ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِيْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَ ہُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴾

”اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہی اسی کی ہے حمد اسی کے لئے سزاوار ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے-“ (ترمذی)

قیام مزدلفہ کے دوران اللہ تعالیٰ کو مسلسل یاد کرنے کا حکم قرآن مجید میں دیا گیا ہے- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاذْكُرُوا اللّٰہَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْہُ كَمَا ہَدٰاكُمْ ﴾ (198:2)

”مشعر الحرام (مزدلفہ کی پہاڑی کا نام ہے) کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کرو اور اس طرح یاد کرو جس طرح اللہ نے تمہیں ہدایت دی ہے-“ (سورۃ البقرہ، آیت نمبر198)

منیٰ سے عرفات، عرفات سے مزدلفہ اور مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہوئے مسلسل تلبیہ‘ تہلیل‘ تحمید اور تقدیس کے کلمات بلند آواز سے پکارنے کو ہی حج مبرور کہا گیا ہے- قربانی کرتے وقت اللہ کا نام اور اس کی کبریائی کے اظہار کا حکم دیا گیا ہے- رمی جمار کی ہر کنکری پھینکنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا نعرہ بلند کرنے کا حکم دیا گیا ہے-

ایام حج، خصوصاً ایام تشریق (12-11اور13 ذی الحجہ) کو سال بھر کے تمام دنوں کے مقابلہ میں اس لئے افضل ترین دن قرار دیا گیا ہے کہ ان دنوں میں کثرت سے اللہ کی توحید اور تکبیر بیان کی جاتی ہے- ان ایام میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہنے کا حکم بھی قرآن مجید میں دیا گیا ہے-

﴿ وَاذْكُرُوا اللّٰہَ فِی اَیَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ ﴾ (203:2)

اور اللہ کو گنتی کے ان چند دنوں میں خوب یاد کرو-“(سورۃ البقرہ،آیت نمبر 203)”

گویا ایام حج میں قدم قدم پر حاجی کی زبان سے بار بار اللہ کی توحید‘ تکبیر‘ تحمید اور تقدیس کے کلمات نکلوا کر اس بات کا پورا پورا اہتمام کر دیا گیا ہے کہ اگر کوئی حاجی پورے فہم اور شعور کے ساتھ یہ ایام مسنون طریقہ سے گزارے تو عقیدہ توحید حاجی کے دل و دماغ میں پوری طرح راسخ ہو جاتا ہے-

اتباع سنت کی تعلیم

عقیدہ توحید کے بعد اتباع سنت دین اسلام کی دوسری اہم بنیاد ہے- رسول ،چونکہ اللہ تعالیٰ کا پیغامبر اور نمائندہ ہوتا ہے- اس لئے رسول کی پیروی اور اتباع درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی پیروی اور اتباع ہے- قرآن مجید نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں واضح فرمایا ہے:

﴿ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ﴾ (80:4)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی-“(سورۃ النساء،آیت نمبر80) ”

خود رسول اکرمe نے بھی ایک حدیث میں یہی بات ارشاد فرمائی ہے:

((مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ))

” جس نے میری اطاعت کی اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نا فرمانی کی اس نے گویا اللہ کی نافرمانی کی-“(بخاری و مسلم)

زندگی کے ہر معاملہ میں رسول اللہ e کی اطاعت اور پیروی ہی وہ راستہ ہے جس میں دنیا اور آخرت کی کامیابی کی ضمانت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ﴾ (71:33)

” اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے بڑی کامیابی حاصل کرلی-“(سورہ الاحزاب ،آیت نمبر 71)

ایک حدیث میں رسول اکرم e کا ارشاد مبارک ہے:

((مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ))

” جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا -“(بخاری)”

سنت رسول e کو نظر انداز کرنا یا ترک کرنا سراسر گمراہی اور موجب ہلاکت ہے- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً مُّبِیْنًا ﴿36:33﴾

”اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نا فرمانی کی وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا-“(سورہ احزاب ، آیت نمبر 36)

ایک حدیث میں آپ eکا ارشاد مبارک ہے:

((مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ))

”جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں-“(بخاری و مسلم)

ایک دوسری حدیث میں رسول اکرم e نے واضح طور پر یہ بات ارشاد فرمائی ہے ”جس نے ثواب کی خاطر ایسا عمل کیا جو میری شریعت میں موجود نہیں ،وہ عمل اللہ کے ہاں مردود اور غیر مقبول ہو گا-“ (بحوالہ بخاری و مسلم)

آپ e اپنے ہر خطبہ میں ارشاد فرمایا کرتے تھے اور یہ الفاظ تو:

((وَ شَرِّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُہَا وَ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٍ وَ کُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلاَلَۃٍ وَ کُلَّ ضَلاَلَۃٍ فِی النَّارِ)) رَوَاہُ النِّسَائِیُّ

”دین میں نئی بات ایجاد کرنا بد ترین کام ہے اور دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے-“(بحوالہ بخاری و مسلم) اور ہر گمراہی کا ٹھکانہ آگ ہے-“(نسائی)

مذکورہ آیات اور احادیث سے باسانی یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انسان کے نیک اعمال اللہ کے ہاں اسی صورت میں باعث اجرو ثواب ہوں گے جب وہ سنت رسول e کے مطابق ہوں گے جو اعمال سنت رسول سے ہٹ کر ہوں گے وہ اللہ کے ہاں غیر مقبول اور مردود ٹھہریں گے- مناسک حج پر ایک نظر ڈالئے اور غور فرمائیے کہ یہ مناسک شروع سے لے کر آخر تک کس طرح حاجی کو اتباع سنت کی تعلیم دیتے ہیں-

8 ذی الحجہ کو حاجی مسجد الحرام چھوڑ کر ایک بے آباد سنگریزوں بھرے میدان میں خیمہ زن ہو جاتا ہے اگر محض اجر و ثواب ہی مطلوب ہو تو مسجد الحرام میں ادا کی گئی نمازوں کا ثواب منیٰ کے مقابلے میں لاکھوں درجے زیادہ ہے تو پھر حاجی مسجد الحرام کیوں چھوڑتا ہے؟ اس لئے کہ رسول اکرمe کی سنت اور آپ e کا بتایا ہوا طریقہ یہی ہے- مختصر سے قیام کے بعد دوسرے روز یعنی 9 ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد حاجی پھر رخت سفر باندھتا ہے اور صرف چند کلو میٹر کے فاصلے پر میدان عرفات میں جا ٹھہرتا ہے وہ مٹی وہی سنگریزے وہی آب و ہوا، عرفات میں آخر کون سی ایسی خوبی ہے جو منیٰ میں نہیں؟ پھر لاکھوں انسانوں کا منیٰ کی حدود سے نکل کر عرفات میں جا کر ٹھہرنا اپنے اندر کیا حکمت رکھتا ہے؟ یہی کہ رسول اکرم e نے ایسا ہی کیا تھا-

میدان عرفات میں حاجی ظہر کے وقت امام حج کا خطبہ سننے کے بعد نمازیں (ظہر اور عصر) اکٹھی اور قصر کر کے پڑھتا ہے- غور فرمائیے وہ حاجی جو دنیا بھر کے سارے کام کاج چھوڑ کر اپنے آپ کو اس لئے فارغ کر کے آیا ہے کہ اللہ کی عبادت کرے وہ ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ہی وقت میں اکٹھی اور قصر کر کے کیوں ادا کرتا ہے؟ اس لئے کہ اسے اللہ کے رسول eنے ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے-

عرفات میں چند گھنٹے قیام کے بعد حاجی پھر اپنا سامان سفر باندھتا ہے اور قریب ہی ایک دوسرے میدان‘ مزدلفہ میں جا کر قیام کرتا ہے عرفات میں حاجی رات کیوں نہیں گزارتا اور مزدلفہ میں کیوں

یہی ہے کہ عرفات کے سنگریزوں e گزارتا ہے؟ اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ سنت رسول
-کو غروب آفتاب کے بعد الوداع کہا جائے اور مزدلفہ کے سنگریزوں پر آکر رات بسر کی جائے

عرفات سے حاجی غروب آفتاب کے بعد روانہ ہوتا ہے لیکن مغرب کی نماز وقت پر ادا نہیں کرتا بلکہ
مزدلفہ آکر عشاء کی نماز کے ساتھ ادا کرتا ہے حالانکہ اول وقت میں نماز ادا کرنا افضل ترین عمل ہے
(ترمذی)اور نماز تاخیر سے ادا کرنا نفاق کی علامت ہے پھر اس موقع پر حاجی عمداً مغرب کی نماز
کی e موخر کیوں کرتا ہے؟ اس لئے کہ اس موقع پر نماز مغرب وقت پر ادا کرنے میں سنت رسول
خلاف ورزی ہے اور موخر کرنے میں اطاعت رسول e ہے-

مزدلفہ میں حاجی ساری رات سو کر گزارتا ہے اور عمداً نماز تہجد ترک کرتا ہے حالانکہ رسول اکرم e
نے تمام نفل نمازوں میں سے تہجد کو افضل ترین نماز قرار دیا ہے۔(مسند احمد)حاجی اس رات نماز
تہجد کیوں ترک کرتا ہے؟ صرف اس لیے کہ خود رسول اکرم e نے اس رات نماز تہجد ادا نہیں فرمائی-

مزدلفہ سے حاجی پھر پلٹ کر اسی جگہ ----منیٰ----میں آجاتا ہے جہاں سے چلا تھا اس لئے کہ اللہ کے
رسول e نے ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے-

ذی الحجہ کو منیٰ پہنچ کر حاجی صرف جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارتا ہے حالانکہ باقی دو یا تین 10
دنوں میں جمرہ عقبہ کے ساتھ جمرہ وسطیٰ اور جمرہ اولیٰ کو بھی کنکریاں مارتا ہے اس کی وجہ
صرف یہی ہے کہ 10 ذی الحجہ کو چونکہ رسول e نے صرف جمرہ عقبہ کو ہی کنکریاں ماریں جمرہ
وسطیٰ اور جمرہ اولیٰ کو نہیں ماریں لٰذا اطاعت رسول e اور اتباع سنت یہی ہے کہ اس روز صرف
-جمرہ عقبہ کو ہی کنکریاں ماری جائیں

اسی روز حاجی قربانی کرکے بال کٹواتا ہے اور نہا دھو کر مکہ مکرمہ طواف زیارت کے لئے جاتا ہے
تھکا ماندہ سستانے کا خواہشمند حاجی طواف زیارت کے بعد پھر انہی قدموں پر واپس منیٰ پلٹ جاتا
ہے- صرف اس لئے کہ رسول اکرم e نے ایسا ہی کیا تھا- ایام تشریق میں حاجی زوال کے بعد جمرہ
وسطیٰ اور جمرہ عقبہ کو بالترتیب کنکریاں مارتا ہے لیکن اگر وہ پہلے جمرہ عقبہ پھر جمرہ وسطیٰ
اور پھر جمرہ اولیٰ کو کنکریاں مارے تو اس کا یہ عمل باطل ٹھہرتا ہے کیونکہ اس سے پیغمبر خدا e
کی سنت کی خلاف ورزی ہوتی ہے- اس کی رمی صرف اس وقت ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول
ہو گی اور باعث اجرو ثواب ہو گی جب وہ رسول اکرم e کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق-

ایام تشریق منیٰ میں گزارنے کے بعد حاجی پھر مکہ مکرمہ آتا ہے اور اپنے وطن روانہ ہونے سے پہلے
ایک مرتبہ پھر بیت اللہ شریف کا طواف کرتا ہے حالانکہ اس گھر کے کتنے ہی طواف وہ پہلے کر چکا
ہے لیکن جب تک حاجی یہ آخری طواف-طواف وداع- نہیں کرتا وہ مکہ مکرمہ سے رخصت نہیں ہو
سکتا کیونکہ سنت رسول e یہی ہے-

مناسک حج شروع سے لے کر آخر تک دیکھئے اور غور کیجئے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ حاجی نہ تو
زمان و مکان کا بندہ ہے نہ عقل و خرد کا غلام‘ بلکہ وہ بندہ اور غلام ہے صرف اور صرف اللہ اور اس
کے رسولe کا جس سے مطلوب ہے غیر مشروط اطاعت رسول e بلا چون و چرا پیروی رسول e اور
بلا حیل و حجت اتباع رسول e ہے!

امیرالمومنین سیدنا حضرت عمر t نے دوران طواف حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا ”اللہ کی قسم!
میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے اگر میں نے رسول
اللہ e کو چومتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی نہ چومتا“ یہ کہہ کر حجراسود کا استلام کیا۔ پھر فرمانے
لگے ”اب ہمیں طواف (عمرہ) کے پہلے تین چکروں میں رمل کرنے کی کیا ضرورت ہے رمل تو مشرکوں
کو دکھانے کے لئے تھا اور اب اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ کر دیا ہے-“ پھر خود ہی فرمایا ”رمل وہ چیز ہے
جسے نبی اکرم e نے کیا اور نبی اکرم e کی سنت چھوڑنا ہمیں پسند نہیں-“(صحیح بخاری)

یہ ہے اتباع سنت کی وہ انقلابی فکر جو مناسک حج ایک با شعور حاجی کے اندر پیدا کر دیتے ہیں جس
نے دوران طواف کیا پس عبادت حج کا اصل مقصد یہ ٹھہرا کہ مسلمان t کا اظہار سیدنا حضرت عمر
کو حرز جان بنا کے رکھے- اس کے e اپنی ساری زندگی اتباع سنت پر استوار کرے اطاعت رسول اللہ
-فکرو عمل کا تمام تر دارومدار پیروی رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو

بہ مصطفی برساں خویش کہ دیں ہمہ اوست

اگر بہ اونہ رسیدی تمام بولہبی اوست

قربانی کی شرعی حیثیت:

علم دین سے ناواقفیت‘ مادہ پرستانہ ماحول اور ترقی پسندانہ افکار کی یلغار نے مل جل کر مسلمانوں
کا ایمان اس قدر کمزور بنا دیا ہے کہ اسلام کی خاطر جذبہ ایثار آہستہ آہستہ مفقود ہوتا چلا جا رہا
ہے۔ انہی عوامل کے باعث آج ہمارے معاشرے میں قربانی کی اہمیت کو ختم کرنے یا کم کرنے کی سوچ
-بھی بڑھتی چلی جارہی ہے

کہا جاتا ہے کہ کروڑوں روپے کا سرمایہ محض قربانی پر ضائع کرنے کی بجائے اگر یہی سرمایہ قومی
ترقی اور رفاہ عامہ کے کاموں پر صرف کیا جائے تو نہ صرف ملکی ترقی کے لئے سودمند ہو گا بلکہ
-اجروثواب کا باعث بھی ہو گا

اولاً جیسا کہ انہی صفحات میں بتایا گیا ہے کہ قربانی دراصل یادگار ہے اس عظیم الشان تاریخی واقعہ
نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنے نوجوان بیٹے کے گلے پر uکی جس میں ابوالانبیاء سیدنا حضرت ابراہیم
چھری چلا دی تھی- اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جذبہ فدا کاری کو یوں شرف قبولیت بخشا کہ بیٹے کی
نے عید e کی جان بچالی- اسی لئے رسول اللہuجگہ جنت سے ایک مینڈھا بھجوا کر حضرت اسماعیل
الاضحی کی قربانی کو سنت ابراہیمی قرار دیا ہے ہ(احمد، ابن ماجہ)

کی قربانی قبول فرما لیتا اور اس کے بعد امت کو یہ u غور فرمائیے! اگر اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل
حکم دیا جاتا کہ ہر مسلمان سنت ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے اپنے پہلے بیٹے کو اللہ کی راہ میں ذبح
کرے‘ تو کتنا بڑا امتحان ہوتا اور ہم میں سے کتنے مسلمان ایسے ہوتے جو اس امتحان میں پورے اترتے؟
اللہ تعالیٰ نے اپنے کمزور اور عاجز بندوں پر فضل و کرم فرمایا اور اولاد کی جگہ جانوروں کی قربانی
قبول فرمالی- اس کے باوجود جو لوگ اس قربانی سے بھی راہ فرار حاصل کرنا چاہتے ہیں- انہیں اپنے
دین اور ایمان کا خود جائزہ لینا چاہئے کہ وہ ایمان کے کس درجے پر فائز ہیں؟

ثانیاً یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ قربانی ایک عبادت ہے جس کا مقصد صرف اور صرف اللہ
کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی eتعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے- اللہ اور اس کے رسول
رضا حاصل کرنے کے لئے خرچ کی جانے والی رقم کو نہ تو ضیاع قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی عبادت
کی اس معینہ شکل کو ازخود کسی دوسری من پسند شکل میں بدلا جاسکتا ہے- غور فرمائیے! کیا
ہزاروں یتیم بچوں کی کفالت پر خرچ کی گئی رقم ایک فرض نماز ترک کرنے کا کفارہ بن سکتی ہے؟
کیا ہزاروں بیواؤں کی کفالت پر خرچ کی گئی رقم ایک فرض روزہ ترک کرنے کا کفارہ بن سکتی ہے؟
کیا ہزاروں مریضوں کی صحت کے لئے خرچ کی گئی رقم ترک حج کا کفارہ بن سکتی ہے؟ ہر گز نہیں!
اسی طرح قومی ترقی اور رفاہ عامہ پر خرچ کی گئی لاکھوں روپے کی رقم اللہ کی راہ میں جانوروں
-کا خون بہانے کا کفارہ کبھی نہیں بن سکتی

نے e کا اسوہ حسنہ بھی پیش نظر رکھنا چاہئے- رسول اکرم e ثالثاً قربانی کے معاملہ میں رسول اکرم
نے ایک مرتبہ بھی قربانی ترک نہیں eمدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا۔اس سارے عرصہ میں آپ
فرماتے w نے قربانی کا اہتمام فرمایا- حضرت عبداللہ بن عباس e فرمائی- حتی کہ دوران سفر بھی آپ
کے ساتھ تھے‘ عیدالاضحی آگئی اور ہم لوگ ایک گائے میں سات اور eہیں ”ہم ایک سفر میں نبی اکرم

نے سو اونٹ e ایک اونٹ میں دس آدمی شریک ہوئے-“ (ترمذی) حجة الوداع کے موقع پر رسول اللہ
کو خصوصاً یمن بھیجا ہےجس کا مطلب یہ t نے حضرت علی e قربان فرمائے۔ اونٹ خریدنے کے لئے آپ
ہے کہ اونٹوں کی اتنی بڑی تعداد نہ مکہ میں دستیاب تھی نہ مدینہ میں اور پھر یوم النحر جیسے
نے اپنے دست مبارک سے ذبح فرمائے۔ اونٹ ذبح کرنے eمصروف ترین دن میں تریسٹھ اونٹ رسول اکرم
کی معاونت فرمائی ہوگی- اس کے باوجود اونٹ کو قربانی کی جگہ e نے آپ y میں یقینا صحابہ کرام
لانا، اسے باندھنا ،اسے ذبح کرنا اور پھر اسے گرانا اس سارے عمل پر استعمال کیا گیا وقت اگر کم سے
نے اس کام پر پانچ گھنٹے پندرہ منٹ صرف فرمائے eکم پانچ منٹ فی اونٹ شمار کیا جائے تب بھی آپ-

غور فرمائیے! وہ ذات جو زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر ہر وقت امت کو دینی مسائل اور
احکام سکھانے میں مصروف رہتی ہو، اس کا ایسے موقع پر جبکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار (یا چالیس
خود فرمارہے تھے خُذُوْاعَنِّیْ مَنَاسِکَکُمْ یعنی e کا مجمع اردگرد موجود تھا- جسے آپ y ہزار) صحابہ کرام
کا قربانی کے لیے اتنا طویل وقت نکالنا اور اتنی مشقت اٹھانا e ”مجھ سے حج کے طریقے سیکھو“ آپ
یقینا ایک غیر معمولی فعل تھا- اس واقعہ کا اگر حیات طیبہ کے معاشی پہلو سے جائزہ لیا جائے تو
قربانی کی اہمیت کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے-

کے کندھوں پر تھا- e مدنی زندگی میں ایک طرف تو بیک وقت 9 گھروں کے اخراجات کا بار گراں آپ
کی معاشی حالت ایسی تھی کہ e دوسری طرف کوئی مستقل ذریعہ روزگار نہ ہونے کی وجہ سے آپ
جب سے e فرماتی ہیں ”رسول اکرم r بسا اوقات فاقہ کشی تک نوبت پہنچ جاتی- حضرت عائشہ
نے متواتر تین دن رات کبھی سیر ہو کر گندم کی روٹی نہیں کھائی، حتی eمدینہ تشریف لائے ،آل محمد
اس دنیا سے تشریف لے گئے ہ“(بخاری) نیز فرماتی ہیں ”ہم پر ایسے مہینے بھی گزرے ہیں e کہ آپ
جن میں ہم نے گھر میں آگ تک نہیں جلائی ہمارا گزارا صرف پانی اور کھجوروں پر ہوتا سوائے اس کے
کا سو اونٹ ذبح eکہ کہیں سے گوشت (کا ہدیہ) آجاتا۔“ (بخاری)ایسے معاشی حالات میں رسول اکرم
کرنے کے لئے وسائل مہیا کرنا، قربانی کی اہمیت کو بہت زیادہ بڑھا دیتا ہے-

نے سو اونٹ ذبح فرمائے تو سارے گوشت کو تقسیم کرنے eیہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ رسول اللہ
کا اہتمام نہیں فرمایا، بلکہ ہر اونٹ سے ایک ایک ٹکڑا حاصل کر کے اسے پکوایا اور کھایا جس کا مطلب
یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کا تقسیم نہ ہو سکنا قربانی نہ کرنے کا جواز نہیں بن سکتا۔ قربانی کا
گوشت تقسیم ہو یا نہ ہو استعمال میں آئے یا نہ آئے اس سے قربانی کی اہمیت کسی صورت بھی کم
نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک کا-

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَ لاَ دِمَاؤُھَا وَ لٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ ُ (37:22) ہ

اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے‘ بلکہ تمہارا تقوی پہنچتا ہے-“(سورة الحج‘ ”
آیت نمبر 37)

یعنی اللہ تعالیٰ کو گوشت تقسیم ہونے یا نہ ہونے سے غرض نہیں بلکہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ کس نے
کس نیت اور ارادے سے قربانی کی ہے-

آخر میں قربانی کی استطاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرنے والوں کے بارے میں رسول اکرم e کا
ایک ارشاد مبارک بھی پڑھ لیجئے- ارشاد نبوی e ہے:

جو شخص قربانی کی استطاعت رکھتا ہو پھر بھی قربانی نہ کرے وہ (نماز عید کے لئے) ہماری عید ”
گاہ کے قریب بھی نہ آئے-“(مسند احمد)

کی ذات مبارک میں بہترین نمونہ ہے پس اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھنے والوں کے لئے رسول اکرم e
کہ وہ دل و جان سے ان کی پیروی اور اتباع کریں-

بعض غلط العام اصطلاحات

حج اکبر (الف)

اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جس سال یوم عرفہ‘ جمعہ کے روز آئے وہ حج ”حج اکبر“ کہلاتا ہے اور اس کا ثواب عام حج کی نسبت ستر گنا زیادہ ہوتا ہے- یہ تصور بالکل غلط ہے۔9 ہجری میں رسول اکرم e نے حضرت ابو بکر صدیق t کو امیر حج بنا کر بھیجا- بعد میں سورہ توبہ کی شروع کی آیات نازل ہوئیں جن میں یہ بات بھی ارشاد فرمائی گئی:

﴿وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖٓ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَ رَسُوْلُہٗ﴾ (3:9)

” اطلاع عام ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کے لئے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری الذمہ ہیں-“ (سورۃ التوبہ، آیت نمبر3)

نزول آیات کے بعد آپ e نے حضرت علی t کو بھیجا کہ آپ جا کر حج کے موقع پر لوگوں کو یہ اعلان سنادیں- یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ 9 ہجری میں یوم عرفہ، جمعہ کے روز نہیں تھا،لیکن قرآن مجید نے اس کے لئے ”حج اکبر“ کا لفظ استعمال کیا ہے- 10 ہجری میں جب رسول اکرم e نے حجۃ الوداع ادا فرمایا‘ اس سال یوم عرفہ جمعہ کے روز تھا۔10 ذی الحجہ کو آپ e نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے لوگوں سے پوچھا ”یہ کون سا دن ہے؟“ لوگوں نے عرض کیا ”یہ یوم النحر ہے“ آپ e نے ارشاد فرمایا ((ھٰذَا یَوْمُ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ)) یعنی ”یہ حج اکبر کا دن ہے- “(ابو داؤد)

اس کا مطلب یہ ہے کہ یوم عرفہ، جمعہ کے روز آئے یا کسی دوسرے دن، ذی الحجہ میں ادا کیا گیا ہر حج‘ حج اکبر ہی کہلائے گا- یاد رہے کہ نبی اکرم e نے قربانی کے دن خطبہ دیتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی کہ آج یوم نحر ہے اور یہ یوم ”حج اکبر“ ہے- گویا ہر حج میں قربانی کا دن حج اکبر کا دن ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی مسند میں ایک باب کا نام ہی یہ رکھا گیا ہے ”یوم حج اکبر سے مراد یوم نحر ہے“ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر سال یوم نحر یوم حج اکبر ہے اور ہر سال کا حج‘ حج اکبر کہلاتا ہے-

حج کو” حج اکبر“ کہنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ عمرہ میں چونکہ حج کے کچھ ارکان شامل ہیں اس لئے اہل عرب عمرہ کو ”حج اصغر“ کہتے تھے ، لہٰذا ذو الحجہ میں ادا کئے گئے حج کو ”حج اصغر“ سے ممیز کرنے کے لئے ”حج اکبر“ کی اصطلاح استعمال کرتے تھے اور اب بھی اہل علم اسی مفہوم کے ساتھ یہ دونوں اصطلاحات استعمال کرتے ہیں-

(ب) بڑا عمرہ اور چھوٹا عمرہ:

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو عمرہ میقات سے احرام باندھ کر کیا جاتا ہے وہ بڑا عمرہ ہوتا ہے اور جو عمرہ تنعیم یا جعرانہ سے احرام باندھ کر کیا جائے وہ چھوٹا عمرہ ہوتا ہے- احادیث سے نہ تو چھوٹے بڑے عمرہ کے الفاظ ثابت ہیں نہ ہی مذکورہ فرق احادیث سے ثابت ہے- رسول اکرم e نے عمر بھر میں چار عمرے ادا فرمائے تین مدینہ منورہ سے آکر یعنی ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر اور ایک غزوہ حنین سے واپسی پر جعرانہ سے احرام باندھ کر، لیکن قیام مکہ کے دوران تنعیم یا جعرانہ جا کر احرام باندھنا نہ تو رسول اکرم e سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ کرام y سے، اور ائمہ عظام رحمہ اللہ سے بلکہ اہل علم نے ہمیشہ ہی اس کے ناپسندیدہ ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ تنعیم یا جعرانہ سے احرام باندھ کر عمرہ کرنے کی اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت عائشہ r جب نبی اکرم e کے ساتھ حجۃالوداع کے لئے تشریف لائیں تو راستہ میں انہیں حیض کی شکایت ہوگئی جس وجہ سے وہ حج سے قبل عمرہ ادا نہ کر سکیں۔ حج کے بعد نبی اکرم e نے ان کے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر t سے کہا کہ انہیں (حضرت

تنعیم لے جاؤ تا کہ وہاں سے احرام باندھ کر یہ عمرہ کر سکیں- اگر ایسی ہی کوئی (کوr عائشہ مجبوری یا عذر کسی کو درپیش ہو تو پھر تنعیم سے احرام باندھ کرعمرہ کرنا درست ہے اور وہ عمرہ ویسا ہی ہوگا جیسا میقات سے احرام باندھ کر کیا گیا عمرہ- اسے چھوٹا عمرہ کہنا درست نہیں ہو گا-

(ج) روضہ شریفہ:

بیشتر لوگ رسول اکرم e کی قبر مبارک کو روضہ شریفہ کہہ کر پکارتے ہیں حالانکہ وہ دراصل حجرہ شریفہ ہے جو ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ r کی e کا گھر ہوا کرتا تھا اور اب اسی جگہ پر آپ کی قبر مبارک ہے-

نبی اکرم eکے منبر کے درمیان والی eکے گھر اور آپ e نے جس مقام کو "روضہ" کا نام دیا ہے وہ آپ جگہ ہے جسے اب سفید سنگ مر مر کے ستونوں سے ممیز کیا گیا ہے اور جہاں ہمیشہ سفید رنگ کے قالین بچھے رہتے ہیں جس کے بارے میں آپ e کا ارشاد مبارک ہے:

((مَا بَيْنَ بَيْتِىْ وَمِنْبَرِىْ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ))

"یعنی میرے گھر اور میرے منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے-" (بخاری و مسلم)

یہاں بیٹھ کر نماز پڑھنا، تلاوت کرنا اور ادعیہ اذکار اور توبہ استغفار کرنا بہت زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے-

(د) جمرات اور شیطان :

جمرات یا جمار جمرہ کی جمع ہے- جمرہ کا مطلب ہے کنکری- منیٰ میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر تین ستون تعمیر کئے گئے ہیں جنہیں حاجی دوران حج باری باری سات سات کنکریاں مارتے ہیں اسی نسبت سے ان ستونوں کو جمرات کہا گیا ہے- رمی جمار کے بارے میں سب سے زیادہ مشہور بات یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم u حضرت اسماعیلu کو ذبح کرنے کے لئے جارہے تھے تو راستے میں ان تین مقامات پر شیطان نمودار ہوا حضرت ابراہیم u کی کوشش کی کو بیٹے کی قربانی دینے سے روکنے اور بہکانے نے اسے ہر مقام پر سات سات کنکریاں ماریں اور شیطان ملعون دفعہ ہو گیا لٰذا حضرت ابراہیمu اس واقعہ کی یادگار کے طور پر ان مقامات پر کنکریاں پھینکی جاتی ہیں اس واقعہ کے حوالے سے بیشتر لوگ جمرات کو شیطان کہتے ہیں جمرہ عقبہ کو بڑا شیطان جمرہ وسطیٰ کو درمیانہ شیطان اور جمرہ اولیٰ کو چھوٹا شیطان کہا جاتا ہے اور ان جمرات کو کنکریاں مارتے ہوئے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ کنکریاں شیطان کو ماری جارہی ہیں یہی وجہ ہے کہ اس مقام پر لوگوں میں ایک ناقابل بیان جنونی کیفیت سی پیدا ہو جاتی ہے، ہلڑبازی' شوروغل اور ہنگامہ کرتے ہوئے اور شیطان کو لعن طعن اور گالی گلوچ کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں اور جمرات پر چھوٹے بڑے پتھروں کے علاوہ جوتے تک پھینکتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ سامنے ستون کی شکل میں شیطان کھڑا ہے جس کی تذلیل اور رسوائی ہو رہی ہے-

اولاً : حضرت ابراہیم eکے سے منسوب مذکورہ واقعہ مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس w قول کی حیثیت سے دیا گیا ہے- کوشش کے باوجود ہمیں اس موقف کے حق میں کوئی مرفوع حدیث نہیں مل سکی،لٰہذا محض حضرت عبداللہ بن عباس w کے اس قول کی بنیاد پر رمی جمار کو مذکورہ واقعہ سے منسوب کرنا مشکل ہے، ممکن ہے حضرت عبداللہ بن عباس w نے یہ بات حضرت کعب بن احبار سے سنی ہو جو کہ ایک یہودی عالم تھے اور مسلمان ہو گئے تھے- واللہ اعلم بالصواب!

کی اس روایت کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی زیادہ w ثانیاً : اگر حضرت عبداللہ بن عباس
کہ مذکورہ u سے زیادہ اس سے جو بات اخذ کی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ رمی جمار حضرت ابراہیم
واقعہ کی یادگار ہے لیکن اس سے جمرات کو شیطان قرار دینے اور جمرات پر رمی کو شیطان پر رمی
قرار دینے کا جواز تو پھر بھی ثابت نہیں ہوتا-

حاصل کلام یہ ہے کہ جمرات کو شیطان کہنا اور جمرات پر رمی کو شیطان پر رمی تصور کرنا بالکل
میں سے کسی سے بھی جمرات a تابعین اور تبع تابعین ائمہ عظام y غلط اور بے بنیاد ہے صحابہ کرام
کے بارے میں ایسا سمجھنا ثابت نہیں-

رمی جمار کے بارے جو بات صحیح حدیث سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح طواف سعی‘ قربانی‘
وقوف عرفات اور وقوف مزدلفہ عبادات ہیں، اسی طرح رمی جمار بھی ایک عبادت ہے جس کا مقصد
اللہ تعالیٰ کا ذکر‘ عظمت اور کبریائی بیان کرنا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر کنکری پھینکتے وقت ”اللہ اکبر“
کہنے کا حکم دیا گیا ہے-

جمرہ وسطیٰ اور جمرہ اولیٰ کو کنکریاں مارنے کے بعد قبلہ رخ کھڑے ہو کر دعائیں مانگنے کا حکم بھی
ہے- امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے 10 ذی الحجہ کو جمرہ عقبہ کی رمی کو منیٰ کا تحیہ قرار دیا ہے۔
ان کے نزدیک دوران حج ”یوم نحر“ کو نماز عید نہ پڑھنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ جس طرح مسجد
الحرام میں طواف تحیہ ادا کرنے کے بعد دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کرنے کی ضرورت باقی نہیں
رہتی اسی طرح رمی جمرہ عقبہ کے بعد نماز عید کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہ(فتاویٰ ابن تیمیہ)
لہٰذا ہر حاجی پر لازم ہے کہ وہ رمی جمار کے وقت اسی متانت‘ وقار اور نظم و ضبط کو برقرار
رکھے‘ جو متانت وقار اور نظم وضبط‘ طواف‘ سعی‘ وقوف عرفات اور وقوف مزدلفہ کو عبادت
سمجھتے ہوئے ملحوظ رکھا جاتا ہے-

مدینہ منورہ کا سفر

مدینہ منورہ کا سفر کرتے ہوئے حاجی کو درج ذیل امور پیش نظر رکھنے چاہئیں-

کا e کی زیارت کی نیت سے کرنا چاہئے- آپe مدینہ منورہ کا سفر صرف مسجد نبوی صلی
ارشاد مبارک ہے ”میری اس مسجد میں ادا کی گئی نماز دوسری مساجد کے مقابلہ میں ہزار درجے
میں نماز پڑھ کر زیادہ اجر و e افضل ہے ،سوائے مسجد حرام کے-“ (صحیح مسلم) لٰذا مسجد نبوی
ثواب حاصل کرنے کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا مسنون ہے-

مسجد نبوی کی زیارت مناسک حج کا حصہ نہیں اگر کوئی شخص حج ادا کرنے سے پہلے یا بعد
مسجد نبوی کی زیارت نہیں کرتا تو محض اس وجہ سے اس کے حج میں کوئی نقصان واقع نہیں ہو گا-

کا ارشاد مبارک e قبر مبارک کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا جائز نہیں- آپ
ہے ”تین مساجد کے علاوہ (حصول ثواب کی خاطر) کسی دوسری جگہ کا سفر کرنا جائز نہیں مسجد
نبوی‘ مسجد حرام اور مسجد اقصی-“(صحیح مسلم) لہٰذا جائز امر یہ ہے کہ آدمی مسجد نبوی کی
زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر کرے اور مسجد نبوی کی زیارت کے بعد قبر مبارک پر درود و
سلام عرض کرے جو کہ مستحب ہے-

مسجد نبوی میں چالیس نمازیں با جماعت ادا کر کے نفاق اور آگ سے برأت حاصل کرنے والی
تمام احادیث ضعیف یا موضوع (من گھڑت) ہیں لہٰذا ایسا عقیدہ رکھنا درست ںہیں-

مسجد نبوی کی زیارت کے آداب میں سے یہ ہے کہ مسجد نبوی میں داخل ہونے کے بعد سب
سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کئے جائیں اور اس کے بعد قبر مبارک پر درود و سلام عرض کیا
جائے-

قبر مبارک کی زیارت کے موقع پر درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئے-

{ آپ e کی قبر مبارک پر انتہائی ادب و احترام کے ساتھ آہستہ آواز سے مسنون درود و سلام عرض کیا جائے-

{ درود و سلام عرض کرنے کے لئے قبر مبارک پر بار بار حاضر ہو کر ہجوم نہ کیا جائے-

{ آپ e پر موت اسی طرح واقع ہو چکی جس طرح دوسرے کتاب و سنت سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ e دنیاوی زندگی کے اعتبار سے حالت موت میں ہیں اس لئے درود وe انسانوں پر واقع ہوتی ہے لہٰذا اب آپ سلام پیش کرنے کے بعد قبر مبارک پر کوئی ایسی بات یا ایسی حرکت سر زد نہیں ہونی چاہئے جو اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی اور شرک کا باعث بنے- قبر مبارک پر حاضری کے وقت قبر شریف پر لکھی ہوئی یہ آیت اور اس کا مفہوم ہر لحظہ پیش نظر رہنا چاہئے-

فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (19:47)

” پس اے نبی! خوب جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ سے معافی مانگو اپنے قصور کے لئے بھی اور مومن مردوں اور عورتوں کے لئے بھی- (سورۃ محمد،آیت نمبر 19)

ZZ

کتاب الحج و العمرہ کی نظر ثانی کرنے والے واجب الاحترام علماء کے لئے تہہ دل سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس علمی تعاون کو عامۃ الناس کے لئے باعث خیروبرکت بنائے اور انہیں دنیا و آخرت میں عزت و سرخروئی عطا فرمائے-آمین!

صحت ِاحادیث کے معاملے میں فضیلۃ الشیخ محمد ناصر الدین البانی حفظہ اللہ کی تحقیق سے استفادہ کیا گیا ہے-

آخر میں حدیث پبلی کیشنز کے ان تمام معاونین کے حق میں بھی دعا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو کسی نہ کسی طرح کتب حدیث کی تیاری اور اشاعت میں مدد گار ثابت ہوتے ہیں- اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کی محنت قبول فرمائے انہیں اپنے فضل و کرم سے نوازے اور دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی سے نوازے-آمین-

﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمِ وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمِ ﴾

” اے ہمارے پروردگار! ہماری اس محنت کو قبول فرما- بے شک تو سننے اور جاننے والا ہے اور ہم پر نظر کرم فرما‘ بے شک تو بڑا توبہ قبول کرنے والا اور بڑا رحم فرمانے والا ہے-“

محمد اقبال کیلانی عفی اللہ عنہ

جامعۃ ملک سعود‘ الریاض

المکۃ العربیۃ السعودیۃ

22ذی الحجۃ 1313ھ